ڈاکٹر شفیق انجم
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد۔

مبادیات نقد: ادبی متن کے تجزیے کے اصول اور طریقے

Dr Shafique Anjum
Associate Professor, Department of Urdu, National University of Modern Languages, Islamabad.

Fundamentals of Criticism: Principles and Methods of Literary Text Analysis

This article delves into the systematic process of analyzing literary texts, emphasizing close reading, note-taking, and establishing a theoretical framework. It explores methods to structure the body of the analysis, incorporating citations and crafting well-rounded arguments. Additionally, the conclusion highlights the significance of this practice in understanding literary depth and promoting critical thought. Through discussions on principles and methodologies, this study aims to equip readers with a comprehensive approach to literary criticism and analysis.

Key Words: *Literary Analysis, Close Reading, Theoretical Framework, Critical Thinking, Note-Taking, Textual Interpretation, Literary Criticism, Citation, Conclusion Writing.*

ادبی متن کے تجزیے سے مراد کسی متن کا باریک بین مطالعہ کرنا، اس کے معانی کا ادراک کرنا، متن کی وضاحت کرنا اور یہ دریافت کرنا کہ مصنف کی ترجیحات کیا ہیں اور وہ اس متن کے ذریعے کیا پیغام، نظریہ یا موقف پیش کرنا چاہ رہا ہے۔مختلف ادبی تحریروں مثلاً ناول، ڈرامہ، افسانہ، نظم، غزل یا کسی بھی دوسری ادبی صنف کے بارے میں تجزیے کے ذریعے یہ ہدف حاصل کیا جا سکتا ہے۔واضح طور پر مد نظر رکھنا چاہیے کہ ادبی تجزیہ کا مطلب متن پر اپنا حکم صادر کرنا نہیں بلکہ متن کی بہتر تفہیم تک پہنچنا ہے۔

کسی ادبی متن کا تجزیہ محض ایک وضاحتی مضمون نہیں ہوتا اور نہ یہ کہ کہانی کا خلاصہ بیان کر دیا جائے اور نہ اس سے مراد اپنی من پسند تشریح و توضیح اور جائزہ کاری ہے بلکہ یہ ایک استدلالی

عمل ہوتا ہے جس میں کسی ادبی متن کی زبان ، اس کی ساخت، نقطہ نظر اور عناصر ترکیبی پر بحث کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور دلائل کے ساتھ اس ہنر کی وضاحت کی ہوتی ہے جس کے ذریعے مصنف کسی خیال کی ترسیل میں کامیاب ہوتا ہے یا کوئی خاص اثر پیدا کرتا ہے۔

ادبی تجزیاتی مقالہ لکھنے سے پہلے ضروری ہے کہ متن کو غور سے پڑھا جائے اور اپنی بحث کو مرتکز رکھنے کے لیے ایک تھیسز سٹیٹمنٹ کے ساتھ آگے بڑھا جائے۔ تجزیہ کار کو ایک علمی و تجزیاتی مقالے کی معیاری ساخت کو ملحوظ نظر رکھنا چاہیے یعنی یہ کہ:

۱۔ایک تعارف جو قاری کو بتاتا ہے کہ آپ کا مقالہ کس چیز پر مرکوز ہو گا۔

۲۔ایک مرکزی باڈی، پیراگرافس کی تقسیم، جو متن سے ثبوت کا استعمال کرتے ہوئے کوئی دلیل وضع کرے۔

۳۔ایک نتیجہ جو واضح طور پر اس اہم نکتے کو بیان کرتا ہو جو تجزیہ کار نے اپنے تجزیے کے ساتھ دکھایا ہے۔

ادبی تجزیاتی مقالے کی اس بنیادی ساخت سے متعلق بہت سے ایسے اہم نکات ہیں جن کا جاننا ایک تجزیہ کار کے لیے ضروری ہے۔ بہ طور خاص سندی تنقید و تحقیق سے وابستہ اسکالرز جب کوئی مختصر مقالہ لکھتے ہیں تو انھیں کچھ رہنما اصولوں اور طریقہ ہائے کار کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے۔ کسی کتاب پر ایک عام تبصرے سے لے اس کتاب کے تہہ دار تنقیدی مطالعے تک، اگر اسکالر اپنے کام سے متعلق ضروری امور سے آگاہ ہو گا تو بہتر متن ترتیب دے پائے گا اور کوئی نتیجہ خیز بات بھی کہہ سکے گا۔ کلیم الدین احمد نے اپنی کتاب 'ادبی تنقید کے اصول' کے اختتامی پیراگراف میں اصولوں اور نارم[Norm] کے بغیر نقد کے نتیجے کو چاؤس[Chaos] کہا ہے۔[۱] اسی طرح سید عابد علی عابد کی کتاب 'اصول انتقاد ادبیات' میں بھی یہ وضاحت ہے کہ ادبی تخلیقات کو پرکھنا اور ان کی قدر و قیمت متعین کرنا انتقاد ہے۔ انھوں نے مشرق و مغرب کے پیمانہ ہائے انتقاد کے فرق پر بھی بات کی ہے اور بتایا کہ جانچ کا پیمانہ اگر درست ہو گا تو تعین قدر میں درستی ہو گی اور اگر پیمانہ درست نہ ہو گا تو اس سے مستخرج نتائج بالکل نادرست ہوں گے یا نیم حقائق[Half Truth] پر مبنی ہوں گے۔[۲] اسی طرح آل احمد سرور اپنی کتاب 'تنقید کیا ہے' میں لکھتے ہیں کہ نقاد کو سخن فہم ہونا چاہیے۔ تنقید کا کام فیصلہ کرنا ہے۔ تنقید ادنا اور اعلا، جھوٹ اور سچ، پست اور بلند کے معیار قائم کرتی ہے۔ یہ کوئی دوسرے درجے کا کام نہیں بلکہ بعض وجوہ سے تنقید، تخلیق پر فوقیت

رکھتی ہے۔ (۳) ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنی کتاب 'اشارات تنقید' میں لکھا ہے کہ ادبی تنقید اصولوں کے ہونے کے باوجود ایک غیر سائنسی معاملہ ہے۔ تنقید کو مکمل سائنس کہنے میں یہ قباحت ہے کہ اس کے نتائج سائنس کی طرح Verifiable [قابل تصدیق] نہیں۔ اصولوں کے استعمال کرنے کے بعد بھی، معاملہ ایک حد تک تاثر یا ذوق پر منحصر رہتا ہے۔ (۴) ڈاکٹر وزیر آغا اپنی کتاب 'تنقید اور جدید اردو تنقید' میں لکھتے ہیں کہ تنقید ادب کی تقویم و تشریح کا نام ہے یعنی Evaluation اور Analysis۔ وہ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا تنقید ادب کی پر اسراریت کو پوری طرح گرفت میں لینے میں کامیاب ہوتی ہے، یا ہو سکتی ہے؟ غالباً نہیں۔ (۵) اردو میں اصول نقد پر لکھی گئی کتب میں زیادہ تر ایسے عالمانہ مباحث ہیں۔ عام فہم امر یہ ہے کہ تنقید و تجزیہ ایک رسمی [Formal] معاملہ ہے۔ اس میں کچھ اصول و ضوابط کے تحت کسی ادبی کام کا جائزہ لیا جاتا اور کچھ نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔ کیمبرج ڈکشنری میں ادبی تنقید کی درج ذیل تعریف کی گئی ہے:

> "The formal study and discussion of works of literature, for example by judging and explaining their importance and meaning. (6) "

اور آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق:

> "The art or practice of judging and commenting on the qualities and character of literary works. (7)"

یعنی ادبی تنقید و تجزیہ ایک آرٹ ہے۔ ایک فارمل سٹڈی ہے۔ ہر فارمل سٹڈی کچھ اصول و ضوابط کی پابند ہوتی ہے۔ اسکالرز کو واضح طور پر جان لینا چاہیے کہ ادبی متن کا تجزیہ آزادانہ عمل نہیں ہے۔ یہ ایک پابند مطالعہ ہے جس کے کچھ ضوابط اور کچھ مراحل ہیں۔ زیر نظر مقالے میں ادبی متن کے تجزیے کی بابت چند ایسے ہی ضروری ضوابط اور مراحل کی وضاحت کی گئی ہے۔ چونکہ اسکالر عام طور پر نظری دائرہ کار، تھیسز سٹیٹمنٹ، موقف، نقطہء نظر یا تھیوری وغیرہ جیسے الفاظ سے قدرے دوری محسوس کرتا ہے اس لیے یہاں مقالہ لکھنے کے بنیادی تقاضوں اور مراحل پر بات کی گئی تاکہ اسکالر پر واضح رہے کہ تھیوری کا انتخاب اور اس کا اطلاق تجزیے کے پراسیس کا ایک حصہ ہے؛ اور ذرا سی ہوشمندی سے اس کا انتخاب کرنا اور استعمال میں لانا اسکالر کے لیے سہل

ہو سکتا ہے۔ تجزیہ کے مراحل کیا ہیں اور کسی تحقیق کار کو ان میں کون سے ضروری امور پر توجہ دینی چاہیے اس کی تفصیل ذیل میں پیش ہے:

مرحلہ ۱:

متن کی قرات اور ادبی آلات [Devices] کی شناخت کرنا:

پہلا قدم متن کو احتیاط سے پڑھنا اور ابتدائی نوٹ لینا ہے۔ ان چیزوں پر زیادہ توجہ دینی چاہیے جو تحریر میں سب سے زیادہ دلچسپ، حیران کن، یا الجھن میں ڈالنے والی ہیں- یہ وہ چیزیں ہیں جن کو تجزیاتی مطالعے کے دوران میں کام میں لایا جا سکتا ہے۔

ادبی تجزیے کا مقصد صرف متن میں بیان کردہ واقعات کی وضاحت کرنا نہیں ہوتا، بلکہ اس بات پر بحث کرنا ہوتا ہے کہ متن کس طرح گہری سطح پر کام کرتا ہے۔ بنیادی طور پر، ادبی آلات کی تلاش ہو رہی ہوتی ہے — یعنی متنی عناصر جنہیں مصنفین معنی بیان کرنے اور اثرات پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ کسی ایک متن کی بات ہے اور اگر متعدد متون کا موازنہ و تقابل پیش نظر ہو تو بھی متنی عناصر ہی تقابل و موازنے میں معاونت فراہم کرتے ہیں۔ متن میں ادبی آلات کو نشان زد کیے بغیر کوئی سا بھی ادبی تجزیہ نامکمل متصور ہو گا۔

تجزیہ شروع کرنے سے پہلے اس بات پر غور ضرور کرنا چاہیے کہ متن میں کون کون سی عبارتیں خاص ہیں۔ انھیں ہائی لائٹ کر لینا چاہیے یا ان کے بارے میں نوٹس لے لینے چاہییں۔

اس بات پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ مصنف کس انداز کی زبان استعمال کرتا ہے۔ کیا جملے مختصر اور سادہ ہیں یا زیادہ پیچیدہ اور شاعرانہ؟

یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ متن میں کون سے الفاظ کا انتخاب دلچسپ یا غیر معمولی ہے؟ کیا الفاظ کو ان کی لغوی معنوں کے علاوہ کسی اور معنی میں بھی علامتی طور پر استعمال کیا گیا ہے؟ علامتی زبان میں استعارہ جیسی چیزیں شامل ہوتی ہیں (جیسے "اس کی آنکھیں سمندر ہیں") اور تشبیہ وغیرہ بھی (جیسے "اس کی آنکھیں سمندر کی طرح ہیں")۔

متن میں منظر کشی پر بھی ضرور توجہ کرنی چاہیے۔ بار بار آنے والی مناظر جو ایک خاص ماحول پیدا کرتے ہیں یا بہ تکرار بنائی گئی تصاویر جو کسی خاص چیز کی علامت ہو سکتی ہیں۔ واضح رہے کہ زبان، ادبی متون میں اوپری تہہ کے معنی سے زیادہ، کچھ گہرے معنی بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

بیانیہ آواز پر فوکس کرنا ادبی متن کے تجزیہ میں ایک نہایت اہم نکتہ ہے۔ دورانِ مطالعہ سوچنا چاہیے: کہانی کون سنا رہا ہے؟ وہ کیسے بتا رہا ہے؟ کیا پہلا فرد راوی ("I") ہے جو ذاتی طور پر کہانی میں شامل ہے، یا کوئی تیسرا فرد راوی ہے جو ہمیں دور سے کرداروں کے بارے میں بتا رہا ہے؟ راوی کے نقطہ نظر پر غور کرنا چاہیے۔ کیا راوی سمجھدار اور عالم ہے (کہ وہ تمام کرداروں اور واقعات کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے) یا اس کے پاس صرف جزوی علم ہے؟ کیا وہ ایک قابلِ اعتبار راوی ہے؟ یا کیا وہ ایک ناقابل اعتبار راوی ہے جس کی قدر ہمیں نہیں کرنی چاہیے؟ کیا مصنف نے اپنے راوی کے بارے میں کوئی اشارہ کیا ہے؟ کیا راوی درست حقائق بتا رہا ہے یا واقعات کا ایک مسخ شدہ ورژن دے رہا ہے۔

متن کا لہجہ بھی قابل غور ہے۔ کیا کہانی کا مقصد مزاحیہ، المیہ یا کچھ اور ہے؟ کیا عام طور پر سنجیدہ موضوعات کو مضحکہ خیز سمجھا جاتا ہے، یا اس کے برعکس؟ کیا کہانی حقیقت پسندانہ ہے یا تصوراتی (یا کہیں درمیان میں)؟ لہجے کی شناخت کے بغیر متن کی جہت متعین کرنا مشکل ہوتا ہے۔

اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ متن کی ساخت کیسے بنی ہے، اور اس کا ڈھانچہ کہی جانے والی کہانی سے کیسے تعلق رکھتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ناول اکثر ابواب اور حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ نظموں کو سطروں، بندوں اور بعض اوقات کینٹوز میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ڈرامے مناظر اور ایکٹ میں تقسیم ہوتے ہیں۔ اس بارے میں ضرور سوچنا چاہیے کہ مصنف نے متن کے مختلف حصوں کو اس طرح تقسیم کیوں کیا اور کسی اور طرح سے کیوں نہیں کیا؟ کچھ کم رسمی ساختی عناصر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ کیا کہانی تاریخی ترتیب میں سامنے آئی ہے، یا یہ وقت کے ساتھ آگے پیچھے ہوئی ہے؟ کیا یہ کسی عمل کے وسط میں شروع ہوئی ہے؟ کیا پلاٹ ایک واضح عروج کی طرف بڑھا ہے؟ وغیرہ۔ شعری متن میں، اس بات پر غور کریں کہ وزن اور بحر متن کے بارے میں قاری کی تفہیم اور لہجہ تاثر کی تشکیل کس طرح کر رہا ہے۔ شعری متون میں مناسب ہوتا ہے کہ نظم یا غزل کو بلند آواز سے پڑھا جائے؛ اس سے غنائیت اور ردھم کا زیادہ واضح احساس حاصل کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ ڈرامے میں، اس امر پر

غور ضروری ہوتا ہے کہ مختلف مناظر کے ذریعے کرداروں کے درمیان تعلقات کیسے قائم ہوئے ہیں، اور ترتیب کا تعلق ایکشن سے کیسے بنایا گیا ہے۔ ڈرامائی طنز پر نگاہ رکھنی چاہیے، یہاں ناظر کو کچھ تفصیل معلوم ہوتی ہے جو کردار بظاہر نہیں جانتے۔ کرداروں کی اسی محدودیت کی بنا پر ڈرامے میں ان کے مکالموں، خیالات یا اعمال کے ذریعے دوہرے معنی پیدا کیے جاتے ہیں۔

مرحلہ ۲:

ایک نقطہ نظر، سیاق اور تناظر کا انتخاب:

ادبی متن کے تجزیے میں ایک موقف یا نظریے کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔ یہی وہ نکتہ ہے جو واضح کرتا ہے کہ تجزیہ کار متن کے بارے میں کیا بتانا چاہتا ہے۔ یہ وہ بنیادی دلیل ہے جو کسی ادبی تجزیاتی مقالے کو ایک سمت دیتی ہے اور اسے بے ترتیب و بے ربط مطالعے کا مجموعہ بننے سے روکتی ہے۔ اگر تجزیہ کار، تجزیے کے لیے ایک زاویہ، ایک سوال طے کرتا ہے، تو اس کے مقالے کا جواب اسی زاویے سے متعلق ہونا چاہیے۔ مثال کے طور پر، مقالے کے سوال کی مثال: کیا ملا وجہی کی "سب رس" ایک مذہبی تمثیل ہے؟ مقالے کا متن اس سوال کا جواب ہونا چاہیے۔ سادہ ہاں یا نہیں میں نہیں، بلکہ دلائل کے ساتھ یہ وضاحت ہونی چاہیے کہ ایسا کیوں ہے یا کیوں نہیں ہے۔

کچھ اسی طرح کی صورت تھیسز سٹیٹمنٹ کی بھی ہے۔ مثلاً کسی مقالے کی تھیسز سٹیٹمنٹ یوں ہو سکتی ہے: "ملا وجہی کی "سب رس" مذہبی تمثیل نہیں ہے، بلکہ عشقیہ امکانات کی کہانی ہے"۔ تجزیہ کار اس سٹیٹمنٹ کے تحت تجزیے کا عمل آگے بڑھائے گا۔ تھیسز سٹیٹمنٹ عام طور پر ابتدائی مطالعے کے بعد ایک امکانی صورت کی نشاندہی کرتی ہے۔ گہرے اور باریک بین مطالعے کے بعد ضروری نہیں اس کا جواب ہاں میں ہو؛ یہ نہیں میں بھی ہو سکتا ہے۔

متن میں موقف، نقطہ نظر، سیاق یا تناظر کی بحث کسی تنقیدی تھیوری کے ذریعے ہو سکتی ہے، بلکہ مستحسن ہے۔ تنقیدی تھیوری کا انتخاب مطالعے اور تجزیے کو زیادہ نتیجہ خیز بناتا ہے۔ تھیوری کسی موقف، اس کے سیاق و تناظر، اطلاق اور ثمرات کا پورا نظام ہوتی ہے۔ دی آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف لٹریری تھیوری کے مطابق:

"Literary theory is the practice of theoretical, methodological, and sociological reflection that

accompanies the reading and interpretation of literary texts; it investigates the conceptual foundations of textual scholarship, the dynamics of textuality, the relations between literary and other texts, and the categories and social conditions through which our engagement with texts is organized."(8)

تھیوری، ادبی متون کے مطالعے اور تجزیے کی سمت متعین کرتی ہے، طریقہ کار بتاتی ہے اور تکنیک و اسلوب میں معاون بنتی ہے۔ ہر تھیوری کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں۔ یہ اصطلاحات بنیادی فریم ورک فراہم کرتی ہیں اور اسکالر کے لیے یہ سہل ہو جاتا ہے کہ وہ متن میں کیا دیکھے اور کیسے دیکھے۔ فی زمانہ ادبی تجزیات میں تھیوری کا استعمال و اطلاق بڑھ گیا ہے، بہ طور خاص سندی مقالات میں تھیوری کے بغیر ادبی مطالعہ و تجزیہ نامکمل متصور ہوتا ہے۔

مقالے کا عنوان طے کرتے وقت نقطہ نظر اور تناظر سے متعلق کلیدی الفاظ / اصطلاحات پر غور کرنا چاہیے۔ دیکھنا چاہیے کہ متن میں کیا نمایاں ہے اور کسی تھیوری کے تحت اس کا بہتر جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ اسکالر اپنے آپ سے ان عناصر کے بارے میں سوالات پوچھ سکتا ہے جن میں اس کی دلچسپی ہے، اور یہ غور کر سکتا ہے کہ وہ ان کا جواب کیسے دے۔ فرض کریں کہ ناول 'فسانہء مبتلا' کا تجزیہ کرنا مقصود ہے تو اسکالر اپنے آپ سے پوچھ سکتا ہے کہ: مبتلا کے کردار کو کیسے پیش کیا گیا ہے؟ ابتدائی جواب سطحی سطح کی وضاحت ہو سکتا ہے: نذیر احمد کے فسانہء مبتلا میں مبتلا کے کردار کو منفی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تاہم، یہ بیان ایک دلچسپ مقالہ بنانے کے لیے بہت آسان ہے۔ متن کو پڑھنے اور اس کے بیانیہ کی آواز اور ساخت کا تجزیہ کرنے کے بعد، اسکالر جواب کو ایک زیادہ اہم اور قابل بحث انداز میں تیار کر سکتا ہے۔ وہ نفسیاتی تناظر میں مبتلا کے کردار کا جائزہ لے سکتا ہے۔ یا تاریخی تناظر، یا کسی اور سماجی و ثقافتی تناظر میں بحث کر سکتا ہے۔

یہاں ایک ضروری کام متنی ثبوت تلاش کرنا ہے۔ تناظر کی حمایت میں متنی ثبوت ایک دلیل تیار کرتے ہیں۔ متن کے مخصوص حصے جو اسکالر کے اندازے کی توثیق کرتے ہیں اہم ہوتے ہیں۔ لکھنا شروع کرنے سے

پہلے متعلقہ اقتباسات کی تلاش میں متن کو اچھی طرح کھوج لینا چاہیے۔ ضروری نہیں کہ تلاش کی ہوئی ہر چیز مقالے میں زیر استعمال آئے۔ ممکن ہے لکھتے ہوئے مزید متنی ثبوتوں کے لیے بار بار متن کی طرف رجوع کرنا پڑے ۔ لیکن شروع میں جمع شدہ متنی ثبوت دلائل تشکیل دینے میں مدد فراہم کرتے ہیں اور یہ اندازہ لگانے کے کام آتے ہیں کہ آیا وہ مناسب ہیں یا نہیں۔ سندی مقالات میں تناظر طے کرتے ہوئے خوب غور کر لینا چاہیے کیونکہ منظوری کے بعد یہ تبدیل نہیں ہو سکتا، یا اس کے تبدیل کرانے کا پراسیس بہت مشکل ہوتا ہے۔

مرحلہ ۳:

عنوان اور تعارف لکھنا:

ادبی تجزیہ یا مقالہ شروع کرنے کے لیے، اسکالر کو دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے: ایک اچھا عنوان، اور ایک تعارف۔

عنوان: عنوان واضح طور پر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ تجزیہ کس چیز پر مرکوز ہو گا۔ اس میں عام طور پر مصنف کا نام اور متن ہوتا ہے جس کا تجزیہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ عنوان کو ہر ممکن حد تک مختصر اور پرکشش ہونا چاہیے۔ عنوان کے لیے ایک عام نقطہ نظر یہ ہے کہ متن سے متعلق بنیادی الفاظ استعمال کریں، اس کے بعد کولن اور پھر باقی عنوان۔ اگر شروع میں ایک اچھا عنوان بنانے میں اسکالر کو مشکل پیش آئے تو پریشان نہیں ہونا چاہیے- یہ آسان ہو جائے گا جب اسکالر مضمون لکھنا شروع کر دے گا اور اپنے دلائل کا بہتر اندازہ لگائے گا۔ ادبی تجزیاتی مقالے کے لیے عنوان کی مثال: عائلی ہم آہنگی: بانو قدسیہ کے ناولوں میں گھریلو بحث و تمحیص کا تجزیہ۔ یہ پیٹرن ہے۔ ہر تبدیل ہوتے موضوع کے لیے عنوان اس پیٹرن پر تبدیل ہوتا جائے گا۔

تعارف: مضمون کا تعارف اس بات کا فوری جائزہ فراہم کرتا ہے کہ تجزیہ کار کی دلیل کس سمت میں جا رہی ہے۔ اس میں مقالے کا بیان/موقف یا تناظر، اور مقالے کی ساخت کا خلاصہ شامل ہونا چاہیے۔

تعارف کا ڈھانچہ متن اور مصنف کے بارے میں ایک عام بیان سے شروع ہوتا ہے اور موقف کی طرف بڑھتا ہے۔ اسکالر متن کے بارے میں ایک عام خیال کا حوالہ دے سکتا ہے اور دکھا سکتا ہے کہ مقالہ اس سے کیسے متصادم ہو گا، یا کسی خاص ڈیوائس جس پر توجہ مرکوز کرانا مقصود ہو، زوم ان

کیا جاسکتا ہے۔ مضمون کے مرکزی حصے میں آنے والی چیزوں کو مختصر اشارات میں بیان کر کے آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ اسے سائن پوسٹنگ کہتے ہیں۔ طویل مضامین و مقالات میں یہ کچھ طویل ہوتا ہے لیکن پانچ دس پیراگراف کے مختصر مقالے کے ڈھانچے میں، یہ ایک جملے سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔

مرحلہ ۴:

مقالے کا بنیادی متن بنانا:

مقالے کے بنیادی متن میں تعارف اور اختتام کے درمیان سب کچھ ہے۔ اس میں اسکالر کی طرف سے دیے گئے متنی ثبوت اور دلائل ہیں جو اپنے موقف کی تائید میں متن سے اخذ کرتا اور ایک مناسب ترتیب میں پیش کرتا ہے۔ مقالے کی باڈی میں ہر پیراگراف کو ایک نکتے / موضوع پر فوکس کرنا چاہیے۔ تاہم طویل مقالات میں ایک ہی نکتے / موضوع پر کئی پیراگراف ترتیب دیے جاسکتے ہیں۔ باڈی میں ہر وہ چیز شامل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے جس کے بارے میں اسکالر متن کی مناسبت سے سوچ سکتا ہے بلکہ صرف وہی مواد شامل کرنا چاہیے جو موقف سے متعلق دلیل کو آگے بڑھائے۔

اس حصے میں متنی ثبوت اقتباسات کی صورت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ لیکن یہ اتنے زیادہ نہیں ہونے چاہییں کہ مسلسل اقتباسات کا تاثر قائم ہو۔ یہ حسبِ موقع و محل آنے چاہییں اور ہر اقتباس کے اول و آخر کچھ ایسا متن ہونا چاہیے جو بحث سے متعلق ہو؛ بحث کے کسی نکتے کی وضاحت یا کسی نئے موڑ یا خیال کو توسیع دینے والا ہو۔ اقتباسات کو متعارف کرانا اور ان کی اہمیت اپنے نقطہ نظر سے بیان کرنا ایک ضروری معاملہ ہے۔ اقتباسات کو سیاق و سباق کے مطابق بنانا اور یہ بتانا ضروری ہے کہ اسکالر انہیں کیوں استعمال کر رہا ہے۔ ان کا صحیح طور پر تعارف اور تجزیہ کیا جانا چاہئے، خود ساختہ طور ان کو اپنے وضاحتی معانی نہیں دینے چاہییں۔ یہاں اسکالر کو محتاط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ متنی ثبوتوں اور وضاحتی نوٹس میں بسا اوقات تضاد کے پہلو بھی ہوتے ہیں۔ بسا اوقات ترادف کی صورت ہوتی ہے۔ اسکالر کو دیکھنا چاہیے کہ کوئی بات اس کی اپنی کہی ہوئی کسی دوسری بات کو رد تو نہیں کر رہی؟ کیا دو مختلف مقامات پر کہی ہوئی باتیں ایک جیسی تو نہیں؟ وغیرہ۔

اس حصے میں اسکالر کو ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ وہ ایک خاص زاویے سے کسی متن کا جائزہ لے رہا ہے۔ پس ہر وہ بات، متن، یا متن سے متعلق کوئی رخ اس کے دائرہ کار سے باہر ہے جو طے کردہ موقف یا نظریے سے ہٹ کر ہے۔ جو اسکالر اس بات کا دھیان نہیں رکھتے ان کے مقالے کا یہ حصے بھرتی کے اضافی مواد سے بھر

جاتا ہے۔ موقف کہیں دور پیچھے رہ جاتا ہے۔ اس تساہل یا عدم توجہ کے اثرات پورے مقالے پر پڑتے ہیں خاص طور پر نتائج کے حصے پر۔ جب تجزیہ ہی مربوط اور طے شدہ خطوط پر نہیں ہو گا تو نتائج بھی منضبط و مربوط نہیں رہیں گے۔ یہ ایک کمزور مقالے کی عام نشانی ہے کہ اس کی باڈی کا متن چھانٹی شدہ مواد کے بجائے ہر ہوچ پوچ مواد سے بھرا ہوا ہو۔ اسکالر کو اس معاملے میں خاص توجہ دینی چاہیے۔

یہیں ایک ضروری معاملہ زبان کا ہے۔ اپنے ہدفی نکتے پر توجہ مرکوز رکھنے کے لیے، ہر چند پیراگرافس کے بعد موضوع / موقف کا جملہ استعمال کرنا مناسب ہوتا ہے۔ایسے جملے قاری کو ایک نظر میں یہ دیکھنے کی سہولت فراہم کرتے ہیں کہ پیراگراف کس کے بارے میں ہے۔ یہ جملے دلیل کی ایک نئی لائن متعارف کروا سکتے ہیں اور اسے پچھلے پیراگراف سے جوڑ سکتے ہیں؛ یا اس کے برعکس کر سکتے ہیں۔ تجزیہ میں زبان کی انتہائی صورتوں سے گریز کرنا چاہیے۔ ممکن ہے کوئی دلیل بہت مستحکم ہو اور اسکالر پر جوش ہو جائے۔ معتدل اور متوازن زبان تجزیاتی مقالے کا حسن ہوتی ہے۔ اسے تحسینی و تعریفی نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ موضوع سے متعلق حقائق بیان کرنے والی زبان جس میں شواہد کی بنیاد پر کسی امر کی وضاحت ہو؛ مقالے کے لیے ضروری ہے۔ عام طور پر اسکالر کو زبان پر دسترس نہیں ہوتی اور وہ تجزیاتی عمل کو تکرار الفاظ کا مجموعہ بنا دیتا ہے۔ مناسب یہ ہوتا ہے کہ اسکالر موضوع سے متعلق کلیدی الفاظ اور اصطلاحات کو پہلے اچھی طرح سمجھ لے اور مقالہ لکھتے ہوئے ہوش مندی کے ساتھ ان کا استعمال کرے۔

مرحلہ ۵:

ایک نتیجہ لکھنا

تجزیے کے اختتام پر کوئی نیا اقتباس یا دلائل کا کوئی اور پہلو متعارف نہیں کرانا چاہیے۔ یہ مقالے کو سمیٹنے کا مرحلہ ہوتا ہے۔ یہاں، اسکالر اپنے اہم نکات کا خلاصہ کرتا ہے اور آغاز میں اٹھائے گئے سوالات کے مناسب جواب لکھتا ہے۔ یہ جواب خود ساختہ اور تجزیے کے جاری تسلسل سے ہٹ کر نہیں ہونے چاہییں بلکہ ثبوتوں اور دلائل کی بنیاد پر بنائے گئے موقف کی وضاحت کرنے والے ہونے چاہییں۔ یہ نتیجہ یا نتائج تجزیہ کار کے انتخاب کردہ نقطہ نظر کی متعلقہ جہت کو اجاگر کرنے والے ہونے چاہیں۔ نتائج لکھتے ہوئے اسکالر کو الفاظ کے انتخاب اور استعمال پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ یہ حصہ مقالے کا حاصل ہوتا ہے۔ اس کو عجلت میں نپٹا دینے کی بجائے اپنے مطالعاتی جائزے کا مغز بنانا چاہیے۔

یہ مراحل اور قواعد و ضوابط سندی مقالات نقد و تحقیق سے متعلق ہیں۔ آزاد تنقیدات میں بھی یہی مراحل ہوتے ہیں تاہم فرق اختیار و بے اختیاری کا ہے۔ سندی مقالات میں کسی متن سے متعلق تنقیدی و تجزیاتی منصوبہ طے کرتے وقت کچھ فیصلہ ساز فورم پر اجیکٹ کے ڈیزائین وڈھانچے کو طے کرتے ہیں اور منظوری کے بعد اس میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ تاہم آزادانہ طور پر اگر کوئی اسکالر کسی متن کا جائزہ لینا چاہے تو تھیوری کے انتخاب، مقالے کے عنوان، متن کی ترتیب اور دیگر جملہ امور میں خود فیصلہ کرتا ہے اور کسی بھی مرحلے پر کوئی تبدیلی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ تاہم جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ادبی تجزیہ ہر دو صورتوں میں ایک فارمل ایکٹیویٹی ہی ہے۔ اس میں جتنا رسمی رہا جائے اتنا ہی بہتر اور سائنٹیفک نتائج حاصل کرنے میں سود مند ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ کلیم الدین احمد، ادبی تنقید کے اصول، مکتبہ جامعہ، دہلی، ۱۹۸۳ء، ص ۶۴

۲۔ سید عابد علی عابد، اصول انتقاد ادبیات، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۰ء، ص ۶-۱

۳۔ آل احمد سرور، تنقید کیا ہے، مکتبہ جامعہ، دہلی، ۲۰۱۱ء، ص ۱۵۲-۱۴۹

۴۔ سید عابد علی عابد، اشارات تنقید، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ص ۱۴

۵۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، تنقید اور جدید اردو تنقید، مکتبہ جامعہ، دہلی، ۲۰۱۱ء، ص ۱۸

۶۔ https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/literary-criticism

۷۔ https://languages.oup.com/research/oxford-english-dictionary/

۸۔ https://oxfordre.com/literature/page/2070